T01-27Oct2026 FAZAL/ED: Shakeel 11:40 am

THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, the October 27, 2026
(364th Session)
Volume VIII, No.08
(Nos.)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad
Volume VIII SP. VIII(08)/2026
No. 08 04

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Recitation of Naat 1
3. Questions and Answers 3
4. Leave of Absence 26
5. Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding against closure of weekly Sunday Bazar in H-9, Islamabad 26
   - Senator Jan Muhammad 29
   - Dr. Tariq Fazal Chaudhary, Minister for Parliamentary Affairs 29
6. Calling attention notice moved by Senator Abid Sher Ali regarding the slab-based incremental electricity tariff and billing practices of DISCOs 31
   - Sardar Awais Ahmad Khan Leghari, Minister for Power 34
7. Presentation of Report on [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026] 36

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Tuesday, the October 27, 2026

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at forty minutes past eleven in the morning with Mr. Presiding Officer (Mohammad Abdul Qadir) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: اور کافر یہ نہ خیال کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں وہ تو اپنی چالوں سے ہم کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور جہاں تک ہو سکے فوج کی جمعیت کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لیے مستعد رہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ راہ اللہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کچھ شک نہیں وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ (سورۃ الانفال: آیت ۵۹تا۶۱)

Recitation of Naat

سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں لیکن اقا کا منصب جدا ہے

وہ امامِ صفِ انبیاء ہیں اُن کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے

کوئی لفظوں میں کیسے بتا دے اُن کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے صرف اللہ اُن سے بڑا ہے

وہ امامِ صفِ انبیاء ہیں اُن کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے

Mr. Presiding Officer: This House welcomes the students and faculty members of Jinnah School of Public Policy and Leadership Islamabad who are seated in Visitor's Gallery.

سب سے پہلے Question Hour لیتے ہیں اس کے بعد پھر۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر محسن عزیز: جواب پریاں دے گی؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وہ بھی آ رہے ہیں۔ پریاں اور وہ بھی آ رہے ہیں۔ باقی لوگ اندر meeting کر رہے ہیں۔ اچھا wait کر لیتے ہیں۔ نہیں، نہیں ابھی وہ کہہ رہے ہیں کہ بندے آ رہے ہیں۔ تو آپ نہیں چاہتے کہ یہ سیشن چلے۔ اچھا چلیں، ٹھیک ہے۔ We will ring the Bells.

(Bells were rung)

Mr. Presiding Officer: Bells be stopped. Count be made.

(Count was made)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہاؤس کورم میں نہیں ہے۔ آدھے گھنٹے کے لیے ہم suspend کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم دوبارہ کارروائی شروع کریں گے۔ Question Hour اس کے بعد لیں گے۔

[The House was adjourned to meet again after 30 minutes]

T02-27Oct2026 Abdul Razique/Ed: Mariam 12:40 p.m.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، House in quorum ہو گیا ہے۔ چلیں آگے چلتے ہیں۔ We may now take up the Question Hour. منسٹر صاحب بھی ہیں تو پہلے اسے لے لیتے ہیں۔ سوال نمبر 87۔ سینیٹر جان محمد صاحب۔

(مداخلت)

Questions and Answers

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر جان محمد صاحب۔ سوال نمبر 87۔آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سینیٹر جان محمد: جناب، میرا سوال یہ تھا کہ پی ٹی آئی گورنمنٹ میں Naya Pakistan Housing Project شروع کی گئی، اس کے تحت چھ پروجیکٹ شروع کیے گئے جس میں 10 ہزار 160 فلیٹس غریب اور مسکین لوگوں کے لیے تھے لیکن ابھی چار سال اس پروجیکٹ کو ہوئے ہیں کہ وہ بند ہے اور اربوں روپے اس پر خرچ ہوئے ہیں۔ کیا اس پروجیکٹ کو دوبارہ شروع کرنے کا کوئی پلان ہے یا عوام کے یہ پیسے جو لگائے گئے ہیں، ان کو اسی طرح ضائع کرنا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور): بہت شکریہ، چیئرمین صاحب! Honourable Senator نے جو سوال پوچھا ہے، یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ Naya Pakistan Housing Development Authority کے تحت چھ منصوبے پاکستان میں شروع کیے گئے۔اس میں ہمارے کچھ اسلام آباد کے پروجیکٹ تھے۔اس کے علاوہ اس میں زیادہ تر پروجیکٹ صوبہ پنجاب میں تھے۔ اب جو Naya Pakistan Housing Development Authority ہے،اس کا closure ہو رہا ہے لیکن جہاں تک ان projects کا تعلق ہے تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ پروجیکٹ بند نہیں ہوئے ہیں نہ ہی انہیں بند کرنے کا کوئی منصونہ گورنمنٹ کے لیے زیر غور ہے۔ جو پروجیکٹ اسلام آباد میں ہیں اور چونکہ میں خود بھی یہاں پر سارے معاملات دیکھتا رہا ہوں کہ وہ پراجیکٹ اس وقت سی ڈی اے کر رہا ہے اور Naya Pakistan Housing Development Authority کا سب سے بڑا پروجیکٹ یہاں پر تھا جو Nilore Heights کے نام سے ہے اور وہ بھی اب completion کے بالکل قریب ہے بلکہ complete ہو گیا ہے۔اسی طرح کچھ پروجیکٹ جو سرگودھا، چنیوٹ اور رائیونڈ میں ہیں، یہ اس وقت گورنمنٹ آف پنجاب کر رہی ہے۔ آگے جواب میں ان پروجیکٹ کی ہم نے تمام تفصیل دی ہوئی ہے کہ کتنی رقم مختص کی گئی تھی، مکانات کتنے تھے، فلیٹس کتنے تھے، ان کی ٹوٹل تعداد کیا تھی، اور اس میں کتنا تخمینہ ہو چکا ہے۔ میں اسے اسی طرح conclude کروں گا کہ یہ جو سارے پروجیکٹ ہیں اور یہ بات بالکل نہیں ہے کہ جو رقم ان پر لگائی گئی ہے، وہ ضائع ہو گئی ہے یا یہ پروجیکٹ بند کرنے کا گورنمنٹ کا کوئی منصوبہ ہے۔ جن، جن

علاقوں میں یہ پروجیکٹ ہیں، وہاں پر جو relevant authorities ہیں، ان کے حوالے یہ پروجیکٹ کیے گئے ہیں۔ کچھ complete ہو چکے ہیں اور کچھ completion کے قریب ہیں، بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی سینیٹر جان محمد صاحب۔

سینیٹر جان محمد: جناب، میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ ایک تو یہ Federal projects تھے تو کس طرح انہیں صوبائی حکومتوں نے own کیا ہے اور مالی سال 27-2026 میں اس کے لیے کتنے پیسے رکھے گئے ہیں۔ میری اطلاع یہ ہے کہ جو پروجیکٹ اسلام آباد کے ہیں، سات بلین اور ستتر کروڑ کی تھیں جس پر پہلے ہی چھ بلین 48 کروڑ کا خرچا ہو چکا ہے لیکن تاہم اس کو ویسا ہی رکھا گیا ہے۔ آپ 2026-27 کا پی ایس ڈی پی دیکھیں تو اس وقت کوئی رقم نہیں رکھی گئی ہے اور یہ پروجیکٹس ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں اور ضائع ہو رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب، کچھ پروجیکٹ میں تاخیر ضرور ہوئی ہے لیکن بالکل ایسے پروجیکٹ اور ایسی سکیمز ہوتی ہیں جو اگر Federal Government شروع کرتی ہے اور بعض اوقات صوبے یا وہ demand کرتے ہیں یا کسی بھی وجہ سے وہ صوبائی حکومت کے حوالے کر دیے جاتے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ چونکہ اس وقت پنجاب میں اور وفاق میں بھی گورنمنٹ پی ایم ایل (این) کی ہے لہٰذا mutual understanding کے بعد یہ منصوبے انہیں دیے گئے ہیں۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے باقاعدہ انہیں own کیا ہے۔ جو تفصیلات سینیٹر صاحب نے بتائی ہیں کہ یعنی سات ارب اور ستتر کروڑ کا یہ منصوبہ تھا جس پر اس وقت تک چھ ارب اور 48 کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں اور بہت معمولی رقم رہ گئی ہے جس کی مد میں یہ منصوبے پورے ہو جائیں گے۔ جناب، میں یہ بھی عرض کروں کہ چونکہ اب یہ پروجیکٹ سی ڈی اے کے پاس ہیں تو باقاعدہ سی ڈی اے نے یہ launch بھی کر دیا ہے۔ ہمارے جو اوورسیز پاکستانی ہیں، اس سے پہلے انہیں بھی یہ پروجیکٹ دینے کی بات ہوئی تھی۔ لہٰذا ان منصوبوں سے سی ڈی اے کو بھی funding حاصل ہو رہی ہے تو یہ بڑے آسانی سے ان شاء اللہ تعالیٰ complete کر کے لوگوں کو hand over کر دیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: دو ضمنی سوال رہتے ہیں۔ سینیٹر زرقا پہلے آپ پوچھ لیں۔

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: بہت شکریہ، جناب! بات یہ ہے کہ آپ نے۔۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب، ہماری حکومتوں کا مسئلہ یہی ہے کہ اگر ایک حکومت ایک پروجیکٹ لاتی ہے تو اگلی حکومت۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر زرقا سہروردی تیمور: ذرا House in order کریں تو پھر میں بات کر سکوں۔ بات یہ ہے کہ ہر حکومت جو آتی ہے، وہ اپنا project launch کرتی ہے اور پچھلے پروجیکٹ کو ٹکا ٹوکری کر دیتی ہے۔ ابھی شہباز شریف صاحب نے اپنا گھر اسکیم launch کیا ہے اور مریم نواز شریف صاحبہ نے اپنی چھت اپنا گھر اسکیم launch کیا ہے لہٰذا نیا پاکستان نے تو ٹکا ٹوکری ہونا ہی تھا۔ اسی طرح ہیلتھ کارڈ جس سے اتنے لوگوں کو فائدہ ہوا، اس کو بھی ٹکا ٹوکری کر دیا اور پھر (ن) لیگ والے ہمارے بھائی کہتے ہیں کہ ہیلتھ کارڈ تو ہم نے introduce کرایا تھا۔ اگر آپ نے introduce کرایا تھا تو اسے بند کیوں کیا۔ آپ کیوں نہیں چیزوں کا تسلسل رکھتے۔ نام بدل دیں لیکن چیزوں کا تو تسلسل رکھیں۔ اس سے ملک کا اور عوام کا نقصان ہے اور اسی لیے سیاست کا بھی بہت بڑا نقصان ہے جسے اب ساری پارلیمان اور حکومت جھیل رہی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جی اگلا ضمنی سوال۔ سینیٹر محسن عزیز۔

سینیٹر محسن عزیز: جناب، بس میرا بھی یہی سوال تھا کہ غرباء کے لیے یہ ایک پراجیکٹ بنایا گیا تھا۔ یہ کوئی ایسا پراجیکٹ نہیں تھا۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر ناصر بٹ صاحب، آپ پریس گیلری میں جائیں۔ ساتھ میں سینیٹر فیصل صاحب، آپ بھی چلے جائیں۔ سینیٹر فیصل صاحب، اگر آپ busy ہیں تو سینیٹر مرزا آفریدی صاحب، آپ چلے جائیں۔ جی، یہ دونوں انہیں منانے کے لیے جا رہے ہیں۔ محسن صاحب، آپ بات جاری رکھیں۔

سینیٹر محسن عزیز: بات یہ ہے کہ یہ غریب لوگوں کا پروجیکٹ ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ اس وقت ملک میں غریب پس چکا ہے۔ اس کے پاس گھر نہیں ہے۔۔۔۔

(جاری T03)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محسن صاحب! آپ بات جاری رکھیں۔

سینیٹر محسن عزیز: بات یہ ہے کہ یہ غریب لوگوں کا project ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ اس وقت ملک میں غریب پس چکا ہے۔ اس کے پاس گھر نہیں ہے، کھانا نہیں ہے، دوائی نہیں ہے اور تعلیم نہیں ہے۔ اب حکومت نے یہ project شروع کیا ہے۔ آپ نے اس کا نام تبدیل کرنا ہے بے شک تبدیل کرلیں لیکن project کو تو abandon نہ کریں۔ آپ اس پر نواز شریف صاحب کی تختی لگادیں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کم از کم project کو abandon نہ کریں۔ ہمارے ملک، عوام اور ٹیکس کا پیسا اس پر لگ چکا ہے اور اس کا gray structure مکمل ہو چکا ہے۔ مختلف جگہوں پر اس طرح کے سینکڑوں گھر ہیں، صرف یہاں پر نہیں، اس کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر ہیں۔ جان محمد صاحب نے بڑا اچھا سوال کیا ہے۔ اس کے لیے ایک تو جب یہ جواب دیں تو براہ مہربانی یہ بات نہ کریں کہ اس کے لیے یہ project نہیں ہے۔ یہ project near completion ہے لیکن چونکہ اس پر نیا پاکستان لکھا ہوا ہے اور نیا پاکستان شروع کرنے والا قیدی نمبر ۸۰۴ ہے، اس لیے اگر آپ کو یہ تکلیف ہے تو میں اپنی طرف سے، غریب عوام کی طرف سے appeal کرتا ہوں کہ آپ اس کا نام میاں محمد نواز شریف صاحب رکھ لیں اور شروع کرادیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ، محسن صاحب۔ فیصل صاحب! آپ بھی جلدی سوال کرلیں۔

سینیٹر فیصل جاوید: دیکھیں یہ سوالات raise ہی نہ ہوں اگر transparency ہو۔ اس پروجیکٹ کے حوالے سے شفافیت کے لیے ایک بڑا زبردست mechanism رکھا گیا تھا اور اس وقت حکومت وزیراعظم عمران خان صاحب کی تھی۔ یہ پروجیکٹ خاص طور پر اس طبقے کے لیے ہے جو afford نہیں کرسکتے، یہ mortgage system پوری دنیا میں ہوتا ہے کہ جو آپ کرایہ دے رہے ہیں، آپ کرایہ دیتے رہیں گے اور آخر میں گھر آپ کا ہو جائے گا اور آپ اس کے مالک بن جائیں گے۔ یہ بڑی زبردست اسکیم تھی لیکن ساتھ میں یہ سوال اس لیے raise ہو رہے ہیں کہ وہ جو transparency mechanism تھا، اس میں دو چیزیں تھیں، ایک تھا کہ آپ manually check کریں اور دوسرا طریقہ digital تھا کہ باقاعدہ طور پر ویب سائٹ سے آپ site دیکھ سکتے تھے، آپ check کرسکتے تھے۔ وہ ایک پورا system تھا۔ وہ کہاں چلا گیا؟ اس سسٹم کو تو سامنے آنا چاہیے تھا، اس کو باقاعدہ طور پر launch کیا گیا۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ سوال ہی raise نہ ہوں اگر آپ transparency رکھیں۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب! اس کا جواب دے دیں۔ پھر آگے چلتے ہیں۔ جناب! اس کے تین، چار ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب! آپ سے میری گزارش یہ ہے۔۔۔

(مداخلت)

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب! میں یہی عرض کرنے لگا ہوں کہ پچھلے اجلاس میں بھی یہی بات ہوئی تھی۔ میں آپ سے یہی بات عرض کرنے لگا تھا جو محترم سواتی صاحب نے ابھی بات کی ہے۔ یہاں پر ایک سوال پر آدھا آدھا گھنٹہ لگتا ہے، پانچ پانچ ضمنی سوال ہوتے ہیں۔ ابھی پانچ ہو گئے ہیں۔ میں ابھی اس پر بڑی تفصیل سے بات کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پورے ایوان کو satisfy کریں گے لیکن آپ نے یہ مہربانی کرنی ہے کہ اس کے بعد پھر اس کو کمیٹی میں نہیں بھیجنا۔ یہ میری humble submission ہے، فیصلہ آپ نے کرنا ہے، Chair نے کرنا ہے۔ جب یہاں پر threadbare discussion ہو جاتی ہے، دیکھیں، کمیٹی میں آپ کے کتنے ممبر ہوتے ہیں، مجھے نہیں پتا، قومی اسمبلی میں تو 18 Members ہوتے ہیں۔ اچھا، یہاں پر ٹوٹل 12 Members ہوتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ اگر یہ 104 Members کا ایوان ہے۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ۹۶ ممبرز ہیں۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: اگر اس میں ایک سوال discuss ہو رہا ہے، ہر ایک کو موقع مل رہا ہے اور سب participate کر رہے ہیں، وہ زیادہ بہتر ہے یا 12 سینیٹرز الگ بیٹھ کر اس کو discuss کریں۔ میں غلط ہو سکتا ہوں، معذرت سے لیکن میری اپنی ایک submission ہے جو آپ سے کر رہا ہوں۔ ہاں، اگر کسی سوال کی کوئی بھی وزیر proper جواب نہ دے سکے تو پھر کمیٹی میں ضرور بھیجیں۔ اگر جواب نہ آئے پھر ضرور بھیجیں۔ میں اذان کے بعد عرض کرتا ہوں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ ظہر سنائی دی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ جو چار، پانچ سوال نیا پاکستان ہاؤسنگ اتھارٹی کے حوالے سے پوچھے گئے ہیں، میں بڑے ادب سے یہ عرض کروں گا کہ ان میں کچھ تو تکنیکی سوال تھے اور کچھ تھوڑی سیاسی نوعیت کے تھے۔ میں کچھ تکنیکی جواب دے چکا ہوں۔ اب میں یہ عرض کروں گا کہ معزز سینیٹر صاحبہ نے ابھی یہ بات کی کہ اس پروجیکٹ کو اب ٹکا ٹھوکری کر دیا گیا ہے۔ جناب! ہم تو اس کو continue کیے ہوئے ہیں لیکن اصل میں جو ٹکا ٹھوکری کرنا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ جناب عمران خان صاحب کے دور میں یہ projects شروع ہوتے ہیں، ان کے پاس چار سال سے زائد کا period رہتا ہے۔ ساڑھے چار سال میں جو حکومت یہ 6 projects نہیں بنا سکی، اصل

ٹکا ٹھوکری کرنا تو یہ ہے۔ آپ ساڑھے چار سال حکومت کرتے ہیں اور ہمارے دیگر معزز ممبرز نے یہ بات کی ہے کہ یہ منصوبہ غریب عوام کے لیے تھا تو غریب عوام کو آپ ساڑھے چار سال میں یہ 6 projects نہیں بنا کر دے سکے اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم انہیں ٹکا ٹھوکری کر رہے ہیں۔

دوسری بات جو محسن عزیز صاحب نے کی کہ ہمیں اس کے نام سے کوئی problem ہے۔ میرا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے نام سے کوئی problem نہیں ہے، یہ پاکستان کا نام ہے۔ اس منصوبے کا نام ہے 'نیا پاکستان'۔ ہمیں اس سے کیسے کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ 2008 میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع ہوا، آج اس میں تقریباً 600 billion سے زیادہ رقم دی جا رہی ہے۔۔۔

Mr. Presiding Officer: 800 billion.

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: ساری وفاقی حکومت دے رہی ہے۔ ہم متعدد بار صوبوں کو درخواست کر چکے ہیں لیکن صوبے اس کو take up نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن وفاقی حکومت نے اس کا نام تبدیل نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہ غریب عوام کے لیے ہے۔ نام جو بھی، اگر منصوبہ غریب عوام کے لیے ہے، فائدہ ان کو ہو رہا ہے تو وہ جاری رہے گا۔ یہ نام تو 'نیا پاکستان' ہے، اس سے ہمیں بالکل بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

فاضل دوست، سینیٹر صاحب نے transparency کے حوالے سے بات کی۔ جناب! گزارش یہ ہے کہ بالکل clean and transparent طریقے سے ان کی completion ہو رہی ہے۔ کچھ projects جن کی تفصیل جواب میں دی گئی ہے، وہ hand over بھی کیے گئے ہیں بلکہ قائد ایوان ابھی تشریف لائے ہیں تو میں ان کی اجازت سے اور وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ جو اسلام آباد کا project ہے، میں Nilore Heights کی بات کر رہا ہوں۔ جب ہماری PDM کی حکومت آئی، ہم تو اس کو اس جگہ پر لے کر گئے تھے، ہم تو اس کو overseas کے لیے auction کر رہے تھے کیونکہ ہم اسلام آباد میں projects identify کر رہے تھے کہ overseas investment کے لیے کون کون سے projects identify کیا جائے۔ جناب ڈپٹی وزیراعظم صاحب کی سربراہی میں جو پانچ یا چھ projects identify کیے گئے، یہ project ان میں شامل تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری priority میں ہے۔ لیکن جب ہم balloting کی طرف جانے لگے تو پتا چلا کہ سی ڈی اے نے پہلے ہی سے اس کی balloting کر دی ہے۔ یہ لوگوں کو الاٹ کیا ہوا ہے۔ اس کی قسطیں آ رہی ہیں۔ بالکل نہ تو اس کی ٹکا ٹھوکری ہو رہی ہے، نہ حکومت کا پیسا اس میں ضائع ہو رہا ہے۔ جو مکمل ہو چکے ہیں وہ بھی میں نے آپ کو

بتادیے ہیں۔ ہم انہیں abandon نہیں کر رہے ہیں۔ نہ ہمیں اس کے نام سے مسئلہ ہے۔ یہ حکومت کا منصوبہ ہے۔ پاکستان کے عوام کا منصوبہ ہے اور یہ ان شاء اللہ اسی نیت اور اسی جذبے سے مکمل ہوگا۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ، منسٹر صاحب۔ ابھی آپ فیصلہ کرلیں کہ آپ satisfy ہوگئے ہیں کیونکہ آپ ہر سوال پر کہتے ہیں کہ اسے کمیٹی میں بھیج دیں۔ If you are satisfied then it is OK.

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آٹھ نہیں کیے، چار کیے ہیں۔

سینیٹر جان محمد: ایک ہی سوال ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چار سوال کیے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر جان محمد: جناب! میری گزارش اس میں تھی کہ چونکہ میرے علم میں یہ ہے کہ یہ جو 6 projects تھے، ان کے لیے 2026-27 میں کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ جب کسی project کے لیے budget allocation ہی نہیں ہوگی تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کو مزید دیکھنے کے لیے۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، انہوں نے سارا explain کیا کہ چل رہے ہیں اور almost completion میں ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ چلیں اگلے سوال پر چلتے ہیں۔ سوال نمبر ۸۸، سینیٹر محمد اسلم ابڑو صاحب۔ ابڑو صاحب موجود نہیں ہیں۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

(Q. No. 88) [Followed by T04]

T04-27Oct2026 Rafaqat Waheed/Ed: Mubashir 12:50 noon

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چلیں، اگلے سوال پر چلتے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ سوال نمبر 88، سینیٹر محمد اسلم ابڑو صاحب۔ ابڑو صاحب موجود نہیں ہیں۔

(Q.No.88)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 89، سینیٹر محمد اسلم ابڑو صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔

(Q.No.89)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 90، سینیٹر محمد طلحہ محمود صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔

(Q. No.90)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 91، سینیٹر محمد طلحہ محمود صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔

(Q. No.91)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر محمد ہمایوں صاحب، سوال نمبر 92۔

(Q. No.92)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب چیئرمین! شکریہ۔ اس میں میرا سوال یہ تھا کہ جب ہم لوگ کسی پوسٹ کو advertise کرتے ہیں تو اس کا ایک written test ہوتا ہے اور پھر interview ہوتا ہے تو اس میں ہم کس لحاظ سے proportionally دیکھتے ہیں۔ اب آپ تھوڑا سا دیکھیں، for example جو پہلے والا ہے جس میں Establishment Division (Main) کا بتایا ہوا ہے، candidates interviewed against 01 x post of Statistical Assistant. اب اس میں دو کالم ہیں، ایک میں written test marks دیے گئے ہیں جبکہ دوسرے کالم میں interview marks دیے گئے ہیں۔ پہلے تین امیدواروں کے written marks میں ایک ایک نمبر کا فرق ہے لیکن interview میں دس marks کا فرق ہے۔ اب یہ اتنا بڑا difference کیسے ہے؟ اسی طریقے سے اگر ہم اگلے والے table میں چلے جاتے ہیں تو وہاں پر candidates interviewed against 01 x post of Data Entry Operator ہے۔ یہ پوسٹ BS-14 کی ہے لیکن again دیکھیں کہ جو written/skill test marks ہیں، اس میں پہلے امیدوار کے 61 نمبر ہیں۔ جس امیدوار نے سب سے زیادہ written marks لیے وہ 64 ہیں جبکہ اسے interview میں صرف 9 نمبر دیے گئے۔ اب ایک کو interview میں 9 نمبر دے دیے جبکہ دوسرے کو 28 دیے۔ جس امیدوار نے written test میں سب سے زیادہ marks achieve کیے، normally مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس نے interview میں proportionally اتنے کم

marks کیسے لیے۔ What I believe is, there is some kind of favouritism. جب favouritism کا معاملہ ہو تو ہم کہاں سے لوگوں کو پکڑتے ہیں؟ ہم اس طریقے سے پکڑتے ہیں کہ interview میں بلا لیا۔ بھائی جان! تمہارا نام کیا ہے، ٹھیک ہے، چلو جی تم نے زبردست جواب دے دیا۔

پاکستان کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ پاکستان میں صحیح لوگ صحیح جگہ پر نہیں بیٹھے بشمول حکومت کے۔ جن کو بیٹھنا چاہیے تھا، وہ وہاں نہیں بیٹھے ہوئے۔ ان سب کا کسی نے اسی طرح کا انٹرویو لیا ہوگا۔ ہاں جی، تسی کتنا کم کر دے او، ٹھیک ہے آجاؤ جی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ہاں income inequality, 1987 کے برابر ہو گئی ہے یعنی ہم چالیس سال پیچھے چلے گئے ہیں۔ ہر آئندہ سال اس حکومت کا دس سال پیچھے چلا گیا۔ وہ جو کہتے ہیں کہ دو قدم آگے چلو، چار قدم پیچھے چلے جاتے ہیں۔ ہم ایک سال آگے اور دس سال پیچھے، یہ ہم لوگوں نے کیا ہے۔ That is what it is.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب چیئرمین! جیسا کہ میں نے پچھلے سوال کے جواب میں کہا، اس سوال کا جو technical جواب ہے اور data ہے، وہ تو سارا بڑی تفصیل سے دیا گیا ہے کہ اس میں پبلک سروس کمیشن کے through کتنی بھرتیاں ہوئی ہیں۔ انٹرویو کمیٹیاں کتنی بنی ہیں، سیکرٹریٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ اور اختر حمید خان نیشنل سینٹر فار رورل ڈویلپمنٹ، وہ جہاں تمام trainings ہوتی ہیں، وہ ساری کی ساری تفصیلات موجود ہیں لیکن معزز سینیٹر صاحب نے تھوڑا سا procedure میں کچھ سوالیہ نشان اٹھائے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے، خاص طور پر پبلک سروس کمیشن چونکہ پہلے نمبر ہے تو میں اس کے متعلق عرض کروں گا کہ اس وقت پاکستان اگر کچھ ادارے جو اپنی نیک نامی کے حوالے سے، اپنی credibility کے حوالے سے، اپنی transparency کے حوالے اگر top پر ہیں تو فیڈرل پبلک سروس کمیشن بالکل اس میں شامل ہے۔ ان کا exam conduct کرنے کا طریقہ، ان کے پیپرز کی کس طرح checking ہوتی ہے، اس طرح ان کے انٹرویوز ہوتے ہیں، اس کی بڑی طویل تفصیلات ہیں لیکن وہ بہت transparent ہے۔ جو جو بھرتیاں اس محکمے کے ذریعے ہوئی ہیں یا ہوتی ہیں، ان کو بڑا credible سمجھا جاتا ہے اور یہ ہر محکمے کے اندر Grade 17 and above کی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو سول سروس کا مقابلے کا امتحان ہوتا ہے، وہ بھی یہی ادارہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم، صحت اور دیگر بہت سارے ادارے Establishment Division سمیت، Grade 17 and above کی jobs یہ ادارہ کرتا ہے۔

باقی جو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کسی طرح کی کوئی favouritism ہے، کم از کم وہ ہمارے نوٹس میں نہیں ہے۔ جو انہوں نے بات کی کہ right person at the right job کے حوالے سے issues ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرف بڑھ رہے ہیں لیکن جس دن یہ ہو گیا اس دن پاکستان کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہمارے پاس خواجہ محمد رضوان صاحب، MPA ہاؤس میں تشریف لائے ہیں۔ ہم ان کو welcome کرتے ہیں۔ جی آپ کا ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر محسن عزیز: جناب! میں اس کو tend to agree کرتا ہوں اس لیے کہ ہمارا ملک پاکستان ابھی جس نہج پر پہنچا ہے، اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ آپ دیکھیے کہ یہ جو ہمایوں صاحب کا سوال ہے، یہ اس لیے صحیح لگتا ہے، میں کسی کے متعلق blame game نہیں کر رہا مگر ہمیں out of box solution کی طرف جانا چاہیے۔ یہاں پر personal favouritism نظر آ سکتی ہے۔ اب یہ ہوا یا نہیں، یہ ہمیں معلوم نہیں ہے لیکن at the same time دیکھیے، اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ پاکستان کے spelling کیا ہیں اور مجھ سے سوال کیا جائے کہ Czechoslovakia کے spelling کریں تو شاید میں نہ بتا سکوں گو میں زیادہ تعلیم یافتہ ہوں۔ لہٰذا، بات یہ ہے کہ انٹرویو میں اس طریقے سے سوال ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے بعض لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں اب out of box solutions کی طرف جانا چاہیے۔ ہمیں اس طرح کرنا چاہیے کہ meritocracy سامنے آئے۔ ہمارے ہاں جو favouritism ہے یا اس طرح کی پالیسیاں ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان کو rethink کریں۔ میں اس مقصد کے لیے منسٹر صاحب سے سوال کر رہا ہوں کہ یہاں پر آپ کمپیوٹر کو استعمال کریں، کسی اور ٹیکنالوجی کو استعمال کریں، AI کو استعمال کریں تاکہ اچھے سے اچھا candidate اس ملک میں سامنے آ سکے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 93، سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب۔

(Q.No.93)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کوئی ضمنی سوال؟

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب! اس میں جو میں نے سوال پوچھا ہے، وہ basically یہ ہے کہ جب ہم لوگ ڈپٹی پرائم منسٹر کو designate کرتے ہیں، یہ رولز کی بات کر رہے ہیں، مجھے یہاں Law and Justice کا کوئی بندہ نظر نہیں آیا جس سے میں discuss

کرسکتا کہ اس کے لیے کیا actually ہمیں Constitution کے اندر تو amendment نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ میں personally یہ سمجھتا ہوں کہ اس چیز کے لیے آپ کو Constitution کے اندر ترمیم کی ضرورت ہے۔ یہ اتنا simple نہیں ہے کہ آپ نے کہہ دیا کہ جی، وہ ہم لوگوں نے Rule 5(2A) کے تحت designate کر دیا ہے۔ یہ عام منسٹرز سے زیادہ کا معاملہ ہے۔ Deputy Prime Minister is not like a Minister. He is the Deputy Prime Minister. جیسے ڈپٹی چیئرمین ہے، جیسے ڈپٹی اسپیکر ہے، یہ عہدہ باقیوں سے الگ ہوتا ہے۔ جیسے اب یہاں پر بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں but they cannot be Chairman of the House. اُس میں اور اِس میں ذرا فرق ہوگا۔ میرے خیال میں ڈپٹی پرائم منسٹر کا عہدہ ایک constitutional issue ہے، اس کو آئینی ترمیم کے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: چیئرمین صاحب! بہت شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ ڈپٹی پرائم منسٹر کی appointment کیسے ہوئی ہے، میں اس پر بات کرتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ پاکستان میں پہلی دفعہ نہیں ہوا کہ ہمارے اس دور میں ڈپٹی پرائم منسٹر کا notification اور ان کی appointment ہوئی ہے۔ دوسری بات، جو معزز سینیٹر صاحب نے بات کی ہے کہ کیا Constitution میں بھی اس کی کوئی provision ہے یا ہونی چاہیے تو یہ سوال سے زیادہ ایک رائے ہے۔ اس پر بات ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے آگے مستقبل میں اگر کسی آئینی ترمیم کی وہ رائے دے رہے ہیں تو وہ ایک سوال نہیں ہے، ایک رائے ہے۔ بہر حال، وہ اپنی رائے دینے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ میں مختصراً عرض کر دیتا ہوں، یہ جو appointment ہوئی ہے کیسے ہوئی ہے اور وہ جو کہہ رہے ہیں، انہوں نے ایک بڑے casual style میں کہا ہے لیکن آئین اور رولز آف بزنس کے تحت ہی حکومت چلتی ہے۔ یہ ہماری حکومت نہیں بلکہ کوئی بھی حکومت ہو، وہ آئین اور رولز آف بزنس کے تابع ہوتی ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں:

> Rule 5(2A) of the Rules of Business, 1973, provides for the following: The Prime Minister may, from amongst the Ministers, designate a Minister to be the Deputy Prime Minister and assign him such functions as he may deem

appropriate for efficient performance of the functions of the Federal Government.

جناب! یہ ہے رولز آف بزنس، 1973 کا وہ relevant rule جس کے تحت یہ appointment ہوئی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ سوال نمبر 94، سینیٹر محمد طلحہ محمود صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔

(Q.No.94)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سوال نمبر 95، سینیٹر محمد اعظم خان سواتی صاحب۔

(Q.No.95)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جی۔ جناب! بہت detail میں جواب دیا گیا ہے لیکن میری مشکل یہ ہے کہ اس کا gist صفحہ نمبر 21 کے آخری پیراگراف میں ہے۔ باقی ساری تفصیل پالیسی سے متعلق ہے جو کہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ آج دنیا میں ہمارے ارد گرد دیکھ لیں، انڈیا کو دیکھ لیں، چین کا تو خیر مقابلہ ہی نہیں کر سکتے۔ (T05 پر جاری ہے)

T05-27Oct2026 Ali/Ed: Shakeel 01:00pm

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: (جاری ہے۔۔۔۔) اس کا جست جو ہے وہ صفحہ نمبر 41 کا آخری پیرا ہے، باقی ساری تفصیل policy سے متعلق ہے، کوئی بری بات نہیں ہے۔ آج ہمارے ارد گرد کی دنیا دیکھ لیں، India کو دیکھ لیں، خیر China کا تو مقابلہ ہی نہیں کر سکتے کہ کہاں سے کہاں نکل چکا ہے اور اب ہم بات کر رہے ہیں ecosystem کی، جو AI کے تحت ہم 2030 میں لائیں گے۔ 2030 تک PhD scholarship لائیں گے، لیکن کوئی project نہیں ہے، کوئی assignment نہیں ہے، اس وقت اس کے لیے کوئی funding مختص نہیں ہے؛ جو مجھے بتایا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Question No. 95 ہے، اعظم سواتی صاحب کا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ چار صفحوں پر اس کا مکمل جواب ہے۔ میں دو مرتبہ ایسی Ministry کا وزیر بھی رہا ہوں، تو گزارش یہ ہے کہ اگر مجھے تفصیل دی جاتی کہ کون سا project بنا ہے، کہاں ہم نے کیا achievement اس وقت کی ہے، کیونکہ اس میں انڈیا بہت آگے نکل چکا ہے۔ میرے پورے سوال کا جواب صفحہ نمبر 41 پر آخری پیرا میں دیا گیا ہے

اور ہمیں ایک خواب دکھایا گیا ہے، جس کی تعمیل 2030 کے اندر ہوگی،PhD Scholarship کی 2030 funding کے اندر ہوگی۔2030 تک کس نے جینا ہے،تو گزارش یہ ہے کہ اس وقت مجھے تفصیل سے بتائیں کہ AI کا کون سا project ہے؟ حکومت کو اس سے کیا result ملا ہے؟ کیونکہ اس وقت تو سب سے بڑا challenge ہمارے لیے ہماری economy کا ہے۔ غریب کی کمر ٹوٹ چکی ہے، اس کے لیے دو وقت کا کھانا مشکل ہے، بے روزگاری ہے۔ ہماری حکومت نے AI سے کام لیتے ہوئے ایسا کون سا کام کیا ہے کہ جس کے مؤثر اثرات ہمیں اس وقت نظر آ رہے ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری(وزارت پارلیمانی امور): Honorable Chairman *Sahib,* یہ ایک بڑا relevant سوال ہے اور آج کل پوری دنیا AI کی طرف جا رہی ہے اور پاکستان بھی الحمدللہ AI کے حوالے سے بہت تیزی سے کام کر رہا ہے اور Honorable Senator *Sahib* کو میں گزارش کروں گا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب یہاں سینیٹ میں آپ کو سوال بھی AI دیا کرے گی اور آپ کی Minister *Sahib* سے جو تسلی نہیں ہوتی ہے،ان شاءاللہ تعالی، وہ تسلی آپ کو AI کروایا کرے گی۔بڑی تفصیل کے ساتھ ہم نے وہ تمام ادارے، وہ تمام departments، وہ تمام initiative سوال میں دیے ہیں، اگر آپ چاہیں گے تو میں پڑھوں گا، لیکن ایوان کا وقت ضائع ہوگا، وہ تحریری طور پر موجود ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بڑی detail میں ہے۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: Government کی large-scale پر Human Capital Development میں جو National AI Policy ہے اس میں ہمارے AI کی training اور capacity building programs ہیں، NAI اور اس کے ساتھ MoITT اس پر implementation کر رہے ہیں۔اس کے علاوہ scholarships Senator *Sahib,* اور اس کی exact کتنی figure ہے؛ کی جو بات کر رہے ہیں،انشاء اللہ تعالی میں اس کی مزید تفصیل in person انہیں پیش کر دوں گا، شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی ہدایت اللہ خان صاحب! ان کو پرانے question پر supplementary کرنے دیں،جی قادری صاحب۔

سینیٹر نور الحق قادری: AI کا جو معاملہ ہے، تو اس کے بہت سارے منفی اور مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جس میں بے روزگاری کے خطرات ہیں، جعل سازی کے خطرات ہیں، ذاتی رازداری کے افشا کے مضر اثرات ہیں، انسانی صلاحیتوں میں کمی ہونے کے خدشات ہیں، cyber attacks ہو سکتے ہیں، اس کے لیے کوئی حفاظتی، کوئی preventions، کوئی اس طرح کی policies، قوانین، کچھ چیزوں کو مرتب کیا جا رہا ہے اس ملک میں یا نہیں، اس حوالے سے ذرا ایوان کو بتایا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی وزیر صاحب۔ ویسے تو question میں یہ چیز نہیں تھی لیکن انہوں نے یہ supplementary question میں پوچھا ہے۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: *Sahib,* Honourable Chairman میں عرض کر دیتا ہوں۔ جب بھی کوئی نئی innovation آتی ہے تو یقیناً جہاں اس کے فوائد ہوتے ہیں، وہاں اس کے کچھ نہ کچھ مضر اثرات ہوتے ہیں اور میں چونکہ پیشے کے اعتبار سے ایک medical doctor ہوں تو اگر آپ Panadol کی ایک گولی بھی لیں جو سب سے سادی اور simple دوا سمجھی جاتی ہے، اس کے بھی side effects ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسی دوا نہیں ہے جس کا کوئی side effect نہ ہو۔ تو یہ AI ایک ایسی technology ہے جو پوری دنیا میں اب استعمال ہو رہی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ یقیناً اس میں جو human component ہے، وہ ذرا کم ہوگا اور AI کی intervention ہر شعبے کے اندر بڑھ رہی ہے۔ لیکن اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ پوری دنیا AI کے حوالے سے progress کر رہی ہے، innovations لے کے آ رہی ہے، اپنی تمام functioning, اپنی تمام future development, اپنی industry, اپنی IT, ہر چیز کو AI پر لے جائے اور پاکستان اپنے آپ کو اس سے الگ رکھے، لہٰذا ہمیں بھی دنیا کے ساتھ چلنا پڑے گا۔ جیسا کہ میں نے بتایا اسی سوال کے پچھلے ضمنی سوال جواب میں کہ ہم بہت تیزی کے ساتھ AI کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر آپ phone کو لے لیں تو اس کے positive اثرات بہت زیادہ ہیں، اس کی utility ہے، فوائد ہیں، لیکن جس طرح یہ آج ہماری youth کو اور باقی لوگوں میں اس کے negative effects یا آپ کہیں کہ نقصانات ہیں، وہ بھی ہم روزانہ کی بنیادوں پر discuss کر رہے ہوتے ہیں۔ تو ان شاء اللہ؛ آگے آنے والے دنوں میں ہم کوشش کریں گے کہ بہتر سے بہتر انداز سے اس technology کو اپنایا جائے۔

Mr. Presiding Officer: Thank you, honorable Leader of the House.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: شکریہ جناب چیئرمین! میں تھوڑا سا add کر دوں جو Honorable Minister نے AI کے بارے میں explain کیا ہے۔ ہم سب کو پتا ہے کہ technology کا جو future ہے وہ AI ہے۔ یہاں تک prediction ہو رہی ہیں کہ 10 سال میں شاید انسان کی کسی جگہ پر بھی ضرورت ہی نہیں ہوگی، AI سارا کچھ کرے گا۔ لیکن اس حوالے سے ظاہر ہے کہ ہماری اتنی advanced research تو نہیں ہے، لیکن recently China نے بہت بڑا ایک initiative لیا ہے، World AI Cooperation Organization WACO, Shanghai میں اس کی ایک تنظیم بن گئی ہے۔ تقریباً 50 کے قریب اس کے founder members join کر چکے ہیں، جس میں پاکستان بھی ایک member ہے۔ پاکستان کے behalf پر میں نے وہاں sign کیا اور ان کے وزیر خارجہ *Sahib* Wang Yi نے sign کیا اور اس پر اس وقت تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔

فرق یہ ہے کہ شاید آپ کو دنیا کے کچھ حصوں سے AI میں وہ technology اس طرح share نہ ہو جس طرح آپ کو ضرورت ہوگی۔ انہوں نے جو goal رکھا ہے transparency, openness, sharing اور یہ جو تین goals ہیں، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان نے China کی invitation پر، الحمدللہ پاکستان بھی Asian Infrastructure Investment Bank کا founder member ہے، جب اس پر sign ہوئے تو میں Finance Minister تھا۔ President Xi کی موجودگی میں اس وقت hardly 25 لوگوں نے sign کیے تھے اور آج اس میں تقریباً سوا سو members ہو چکے ہیں۔

اسی طرح ICSID دنیا میں commercial disputes کو deal کرتی ہے، western system کے مقابلے میں China نے International Organization for Mediation IOMed, 2024 میں introduce کیا، یہ basically eastern system کے ساتھ ہے، وہاں prosecution, litigation ہے، یہاں mediation, بات چیت اور یعنی diplomatic طریقے سے solution حل کرنا ہے۔ یہ تیسری ان کی movement اور ان کی development ہے، الحمدللہ ہم اس کے حصے دار اور founder member ہیں۔ ہم AIIB کے بھی member ہیں، ہم الحمدللہ IOMed کے بھی member ہیں، اس میں membership کی بھی تقریباً double digit body اوپر چلی گئیں ہیں۔

Saturday کو ان کے سفیر مجھے ملنے آئے اور informal invitation دے کر گئے ہیں کہ یہ جو WACO کی council بنی ہے، اس کی پہلی meeting mid-December میں ہو گی، جب ساری چیزیں layout ہو جائیں گی۔ انہوں نے اس کا headquarter Shanghai میں رکھا ہے۔ پاکستان کوشش میں پیچھے نہیں ہے، پوری کوشش کرتا ہے کہ اس طرح کی development میں ہم involve ہوں اور اس کے member بنیں، شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ دو ضمنی سوال لے لیتے ہیں ایک انوشہ رحمان صاحبہ کا اور ایک درانی صاحب کا۔ انوشہ رحمان صاحبہ۔

سینیٹر انوشہ رحمان احمد خان: بہت شکریہ، جناب چیئرمین۔ قائد ایوان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایوان کی اہم توجہ دلوانا چاہوں گی اور سوال بھی کرنا چاہوں گی۔ پوری دنیا میں AI-enabled fake news and propaganda بے تحاشا proliferate ہو رہا ہے، لیکن جیسے کہ Leader of the House نے فرمایا کہ چین اس initiative کو lead کر رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اپنے systems کو بھی upgrade کر رہا ہے تاکہ fake news, propaganda یا وہ تمام چیزیں۔۔۔ (جاری ہے۔۔۔۔۔T06)

T06–27Oct2026 Imran/ED: Neelum 01:10 pm

سینیٹر انوشہ رحمان احمد خان: (جاری۔۔۔۔۔) پوری دنیا میں AI enabled fake news اور propaganda بے تحاشا proliferate ہو رہا ہے لیکن جیسے کہ Leader of the House نے فرمایا کہ اس initiative کو چین lead کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چین اپنے systems کو بھی upgrade کرتا ہے تاکہ fake news, propaganda یا ایسی دیگر چیزوں کے لیے جن tools کی اُن کو ضرورت ہے، وہ وہاں موجود ہوں اور وہ اس کا سدِباب کر سکیں۔

اس وقت میں معزز منسٹر صاحب سے جاننا چاہوں گی کہ کیا پاکستان نے fake news, propaganda and AI enabled technology کے abuse کا سدِباب کرنے کے لیے tools procure کر لیے ہیں؟ کیا اپنا system بنایا ہے کہ نہیں کیونکہ ہم اچھے سے جانتے ہیں کہ Middle East, China and Russia, یہ وہ لوگ ہیں جو بے شک اپنے آپ کو مکمل طور پر تو insulate نہیں کر پائے لیکن 80/20 کی range کے اوپر رہتے ہیں۔ اگر آج اور ابھی اس وقت آپ PTA کو فون کریں اور اُن سے کہیں

کہ social media پر یہ defamatory content پڑا ہے، تو PTA کا ایک standard جواب ہوتا ہے کہ جی X ہماری بات نہیں سنتا، Facebook ہماری بات نہیں سنتا، فلانا ہماری بات نہیں سنتا، ہم بے بس ہیں۔ اگر ہم بے بس ہیں تو پھر اس کا یہ جواب تو میں نہیں سننا چاہتی۔

میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ کیا ہم نے اس وقت اپنے PECA کے law کے اندر social media کے platforms کو جو intermediary liability protection فراہم کی ہوئی ہے، کیا اس کو review کرنے کے بارے میں کچھ سوچا ہے کیونکہ یہ intermediary liability protection X جیسے platforms کو یا Facebook کو یا TikTok کو یہ indemnity فراہم کرتی ہے کہ جو مرضی content وہاں پڑا رہے، یہ اُن کی ذمہ داری نہیں ہے اور جب آپ اُس چیز کو remove کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ سارے platforms آپ کے اوپر اپنے کرائے کے NGOs کو launch کر دیتے ہیں۔

So, as we move towards adaptation of AI, has the Government of Pakistan actively gotten engaged with all these platforms to find a solution domestically and internationally to handle the fake news and propaganda? This precisely is my question .

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرا خیال ہے کہ درانی صاحب کا بھی ضمنی سوال لے لیں، آپ اکٹھا جواب دے دیں۔ درانی صاحب۔

سینیٹر شاہزیب درانی: بہت شکریہ چیئرمین صاحب۔ جیسا کہ Leader of the House نے کہا کہ پاکستان initiative لے رہا ہے اور اس کو بڑا appreciate بھی کرتے ہیں and continuing to what he said, actually government نے، میرا سوال بھی یہی ہے کہ government نے towards AI and AI infrastructure ایک بلین ڈالر pledge کیا ہے اور اس میں almost کوئی دس ہزار GPUs کی بھی discussion ہوئی تھی کہ وہ دس ہزار GPUs بھی towards official support of government available کریں گے۔ میرا منسٹر صاحب سے سوال یہ ہے کہ اب تک اس ایک بلین ڈالر سے اور ان دس ہزار GPUs سے کتنے ایسے ہیں جنہیں enable کیا گیا ہے اور کتنا اب تک towards this initiative already کتنا expenditure کیا جا چکا ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: منسٹر صاحب! پہلے ان کا بھی ضمنی لے لیں۔ یہ پانچوں یا چھٹا ضمنی ہو چکا ہے لیکن چلیں۔ اُنہوں نے بلوچستان کا کہا تو میرا دل تھوڑا نرم ہو گیا۔ بتائیں جی۔

سینیٹر جان محمد: ایک بلوچستان کا ہے، AI پر بات ہو رہی ہے۔ AI جو کچھ بھی بتاتا ہے، وہ بنیادی طور پر اُس کو انسانوں ہی کی جانب سے feed کیا گیا ہے۔ AI اپنے سے کچھ نہیں ہے۔ AI کے tools کو ہم کس طرح استعمال کرتے ہیں، اس میں کیا دیتے ہیں اور کیا لیتے ہیں۔ تعجب اس بات پر ہے اور میں حیران بھی ہوا کہ بلوچستان کے ایک وزیر، وزیرِ اعلیٰ اور دیگر وزرا نے یہ بیان دیا کہ بلوچستان میں ہم جو Class-IV کی بھرتیاں کر رہے ہیں، وہ بھی AI کے ذریعے کریں گے۔ یہاں پر میں حیران ہو گیا کہ یہ کیسے کر سکتے ہیں؟ یعنی اب AI کو فراڈ کے طور پر بھی استعمال کیا جانے لگا ہے۔ تو اس پر۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر جان محمد: بلوچستان میں ہمارے ایک صوبائی وزیر نے اور دیگر ذمہ داران نے بیان دیا کہ بلوچستان میں ہم جو Class-IV کی بھرتیاں کرنے جا رہے ہیں، وہ بھرتیاں بھی ہم AI کے ذریعے کریں گے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کون سا AI ہو گا جسے Class-IV کی بھی sense ہو گی اور وہ اس پر نظر رکھے گا۔ وہ کیسے سمجھے گا کہ ہمارے فلاں وزیر کا سفارشی کون ہے؟ یہ بھی کمال ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ابھی اس کا جواب تو Federal Minister *Sahib* نہیں دے سکتے ہیں۔ جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور): بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ جو۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وہ تو futuristic بات کی ہے، چلیں۔ فیڈرل منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: Honourable Chairman! میں نے futuristic بات کی ہے۔ AI جو ابھی اس سینیٹ کا حالیہ دورانیہ، یہ کم از کم اس میں نہیں آئے گی، یہ تو آگے futuristic بات ہے، بالکل آپ نے صحیح فرمایا۔ Honourable Senator Anusha Rahman *Sahiba* نے جو سوال کیا ہے، وہ basically خود چونکہ Federal Minister for IT رہی ہیں تو اُنہوں نے بڑی technical بات کی ہے اور یہ بڑی relevant بات بھی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ AI کے ذریعے fake news پھیلانے کا سلسلہ پوری دنیا میں اور پاکستان میں بھی ہے جس کی وجہ سے بڑے منفی اثرات اور بڑے نقصانات ہوئے ہیں۔ ہم پوری طرح کوشش کر رہے

ہیں، یعنی government کوشش کر رہی ہے کہ انہیں control کیا جائے اور اس حوالے سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پوری دنیا کے ممالک social media کو کسی ضابطے میں لانے کی بات کر رہے ہیں اور اس کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ بالخصوص ابھی Deputy Prime Minister *Sahib* نے China کا حوالہ دیا اور بتایا کہ AI کے حوالے سے کون کون سے initiative پاکستان اُن کے ساتھ مل کے کر رہا ہے اور بتایا کہ اُن کا office شنگھائی میں ہے۔

گزارش یہ ہے کہ China میں بھی وہ اپنے social media کو اپنے طریقے سے regulate کر رہے ہیں۔ پاکستان میں social media ایک بے لگام گھوڑا ہے اور اس میں آپ کسی پر بھی جو مرضی الزام لگا دیں یا کسی کے خلاف fake news پھیلا دیں۔ یہ Social media کا خاص طور پر ایک معاشرتی پہلو ہے۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ social media کو پاکستان میں کچھ لوگ پاکستان کے مفاد کے خلاف اور ریاستی اداروں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، یہاں تک یہ بات آگے چلی گئی ہے .which is very, very sensitive اس کے لیے اس سے پہلے ہمارے پاس ایک Cyber Control Wing تھا جو کہ FIA کا ایک ضمنی wing تھا لیکن جوں جوں یہ challenges بڑھے، جو کہ آپ کے سوال کا precise جواب ہے کہ جوں جوں یہ challenges بڑھتے گئے جیسا کہ ,fake news، جھوٹا پروپیگنڈا، الزام تراشیاں، غلط خبریں پھیلانے کا سلسلہ، لوگوں کو threat کرنے کا سلسلہ، blackmailing کا سلسلہ۔ اس کے لیے ایک independent ادارہ NCCAI بنا دیا گیا ہے تاکہ اس طرح کے تمام handles کے منفی استعمال کو روکا جا سکے اور اُن کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جا سکے۔

باقی جو آپ نے بلوچستان کے حوالے سے کہا ہے تو اب میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں کہ وہاں پر AI کے ذریعے بھرتیاں کیسی ہو رہی ہیں اور وہ بھی Class-IV کی۔ تو میں اس کا جواب positivity کے ساتھ یہ دوں گا کہ بلوچستان AI کے استعمال میں باقی تینوں صوبوں سے آگے نکل چکا ہے کہ وہاں بھرتیاں بھی AI کے ذریعے ہو گئی ہیں۔ اس کو تو آپ کو appreciate کرنا چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ۔

(مداخلت)

سینیٹر جان محمد: ۔۔۔اور فوری طور پر رزلٹ دیتا ہے۔ بلوچستان میں اس کے علاوہ اس طرح کے دو ادارے ہیں جو بالکل وزرا کی مرضی کا result دیتے ہیں اور جس کا وزرا چاہتے ہیں، وہ کامیاب ہوتا ہے۔ آپ حیران ہوں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایسے سارے ادارے جو اس طرح کے بنے ہیں، اب وہ effective نہیں رہے ہیں لیکن relevant governments اس پر فیصلہ کر سکتی ہیں۔ Question No.96. حاجی ہدایت اللہ خان صاحب۔

Q.No.96

سینیٹر ہدایت اللہ خان بہت شکریہ چیئرمین صاحب۔ اصل میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ مرمت اور دیکھ بھال کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے حالانکہ یہ نوٹیفکیشن ہو چکا ہے کہ تمام departments کو Cabinet Division نے 17-07-2026 کو letter لکھا ہے اور یہ لیٹر ہوا ہے 21 جولائی 2026 کو کہ تمام departments اپنے fuel کے اور دیگر اخراجات کم کریں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس سال ہمارا اضافہ ہو رہا ہے۔ خود اس میں انہوں نے یہ لکھا ہے۔

دوسرا اس کے ساتھ انہوں نے لکھا ہے کہ او گرا نے تین سالوں میں 26 گاڑیوں کے پیٹرول اور مرمت پر 9 کروڑ 50 لاکھ روپے خرچ کیے ہیں۔ تو یہ بہت زیادہ ہے اور ان کا audit ہونا چاہیے۔

تیسری بات، جس پر میرا ضمنی سوال ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ امر قابلِ تحسین ہے کہ کفایت شعاری کے اضافی اقدامات یعنی ایندھن کی فراہمی وغیرہ میں 50 فیصد کمی کا اور سرکاری گاڑیوں کے 60 فیصد کو زیرِ استعمال نہ لانے کا اطلاق او گرا پر نہیں ہو سکتا۔ تو میں یہ منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ان کے لیے کوئی اور قانون بنا ہے؟ اس حوالے سے Cabinet Division نے تو لکھا ہے کہ تمام departments, بشمول سینیٹ اور قومی اسمبلی، پر یہ لاگو ہوگا۔ جب سینیٹ اور قومی اسمبلی پر یہ لاگو ہے تو میرے خیال میں پھر اور کون سا ایسا department ہے جو یہ کہہ سکے کہ ہمارے اوپر یہ لاگو نہیں ہو سکتا؟ حالانکہ letter میں یہ۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی منسٹر صاحب۔

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: جناب چیئرمین! او گرا کو وفاقی حکومت نے 28 مارچ 2002 کو 2002 OGRA Ordinance کے تحت قائم کیا تھا جس کا مقصد midstream and downstream petroleum industry میں مسابقت کو فروغ دینا اور نجی سرمایہ کاری اور ملکیت میں اضافہ کرنا تھا۔ (جاری۔۔۔)

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: (جاری۔۔۔۔) جناب چیئرمین! OGRA وفاقی حکومت نے 28 مارچ 2002ء کو OGRA Ordinance 2002ء کے تحت قائم کیا تھا جس کا مقصد midstream اور downstream پٹرولیم انڈسٹری میں مسابقت کو فروغ دینا، نجی سرمایہ کاری اور ملکیت میں اضافہ کرنا تھا۔ honorable Senator صاحب نے سوال پوچھا ہے، اب اس بات کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ایک ادارے کے زیرِ استعمال جو گاڑیاں ہیں، ان کی maintenance پر اگر ایک کروڑ روپے خرچ آتا ہے تو ہم کہیں نہیں جی، 80 لاکھ روپے آنا چاہیے، اگر ڈیڑھ کروڑ روپے آتا ہے تو ہم کہیں نہیں جی، سوا کروڑ روپے آنا چاہیے۔ یہ فیصلہ ان گاڑیوں کی maintenance جو ورکشاپ کرتی ہے، ان کی maintenance کی ضرورت ہے، وہ کر سکتی ہے۔ سینیٹرز یا ہم as a Minister وزیر فیصلہ نہیں کر سکتے، نہ ورکشاپوں میں جا کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس گاڑی کا انجن چینج ہوا ہے، یا اس کو ڈینٹنگ کی ضرورت تھی یا نہیں تھی یا پینٹنگ کی ضرورت تھی یا نہیں تھی۔ میرا خیال ہے کہ میرے لیے اب اس سوال کا کچھ جواب دینا مناسب نہیں ہے کہ کتنی کتنی گاڑیوں کی maintenance خراب ہوئی ہے اور کتنی کم یا زیادہ ہوئی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محسن صاحب، آپ ہر سوال میں ضمنی سوال کر دیتے ہیں، تشریف رکھیں۔ لیڈر منظور صاحب کی باری ہے۔ اچھا، چلیں۔ ان کا ضمنی سوال سنیں اور اس کو ختم کریں، آگے چلتے ہیں۔

سینیٹر محسن عزیز: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ان کے حالات ہیں کہ ایک OGRA کا main office ہے اور چھ اس کے ضمنی offices ہیں۔ ہمیں اس کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ یہ اتنی پرانی گاڑیوں کے ساتھ چل رہے ہیں اور ان کا expense دیکھیں اور آپ باقی سب ادارے دیکھیں، اس کے مقابلے میں یہ ادارہ ہے تو at least we should have the patience and the courage to say جہاں اچھائی ہے، وہاں اچھائی ہے۔ مجھے یہاں پر اچھائی نظر آئی ہے۔ دیکھیں، یہ حالات ہیں کہ ان کے پاس پوری 26 گاڑیاں ہیں اور کوئی 2010 model کی ہیں، 2017 model کی ہیں، ان کے 2024 model کی صرف ایک Honda civic ہے۔ I think, we should be here to say جو بھی ہے، ہم اپنے صحیح طریقے سے بات کریں۔ انہوں نے 85 لاکھ روپے 26 گاڑیوں پر خرچ کیا ہے تو پرانی گاڑیاں ہیں، اس پر ہو سکتا ہے۔ میرے دل سے یہ بات نکلی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، ہدایت صاحب۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: وزیر صاحب ! میرا سوال ہے کہ انہوں نے اپنے جواب میں لکھا ہے کہ یہ امر قابلِ تحسین ہے کہ آپ لوگوں نے اس OGRA کو exempt کیا ہے کہ اس پر یہ notification لاگو نہیں ہو گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پر لاگو ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا، یہ بتادیں کہ یہ جو notification ہے، یہ سب اداروں پر لاگو ہے کہ نہیں کیونکہ OGRA پر نہیں ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، وزیر صاحب۔ جی، ناصر بٹ صاحب کا mic کھولیں جی۔ اب آواز آرہی ہے۔

سینیٹر ناصر محمود بٹ: آپ نے ہماری ڈیوٹی لگائی تھی، ہم ان media صاحبان سے ملنے گئے تھے۔ ان کے کچھ مطالبات تھے تو انہوں نے کہا کہ last time آپ سے ہماری meeting ہوئی تھی تو انفارمیشن منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ کچھ tv channels تھے جو ان کو تنخواہیں نہیں دے رہے تھے، تو انہوں نے کہا تھا ہم PEMRA والوں کو کہیں گے، ان کے اشتہارات بند کر دیں جب تک ان کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کچھ دنوں بات ہوئی، اس کے بعد یہ بات رک گئی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں عطا تارڑ صاحب سے بات کروں گا، آپ کا جو مسئلہ ہے، اس کو حل کریں گے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے جو ہڑتال کی ہے، آپ یہ ختم کر دیں اور آپ آجائیں، شاید وہ ابھی آجائیں۔ ہم آپ کی اجازت سے اس پر تارڑ صاحب سے بات کریں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بالکل جی، آپ House کے behalf پر گئے ہیں اور آپ نے ان سے بات کی ہے تو Minister will take up it with عطا تارڑ صاحب، ان کا مسئلہ حل کرائیں۔ جی خانزادہ صاحب، ختم ہو جائے، اچھا، پوچھ لیں بس آخری سوال کرنا ہے۔

سینیٹر ذیشان خانزادہ: شکریہ، چیئرمین صاحب۔ جو ہدایت اللہ خان صاحب والا سوال ہے، بڑا ہی اچھا سوال ہے، ان کا simply supplementary تھا کہ یہ تیل کی cost بڑھ گئی ہے۔ چلیں وہ چیز تو ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ ہو سکتا ہے، تیل کی قیمتیں زیادہ ہوں۔ جناب چیئرمین! جب 26 گاڑیوں میں سے 8 گاڑیاں ground کر دی گئیں تو اس کے باوجود maintenance cost کیسے اوپر گئی ہے، اگر ہمیں وزیر صاحب صرف بتادیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بتائیں جی وزیر صاحب۔

جناب طارق فضل چوہدری: جی، بہت شکریہ۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو House کی ایک کمیٹی بنادیتے ہیں، وہ جا کر ان گاڑیوں کی inspection کرتے ہیں اور... بہر حال، میں گزارش کروں گا جو سوال پوچھا جائے گا، میں اس کا جواب دوں گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں جی نہیں، جواب دیں، پرانی گاڑیاں ہیں، کیا 10 لاکھ اوپر چلی گئی، 20 لاکھ؟ یہ چلیں، آپ آگے چلیں، آپ جواب دیں اور پھر اگلے سوال پر چلیں۔ Question No.97 حاجی ہدایت صاحب۔

(Q.No.97)

سینیٹر ہدایت اللہ خان: شکر ہے، چیئرمین صاحب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سیکرٹری صاحب! آپ note کر رہے ہیں۔، عابد شیر علی صاحب، آپ patience سے تشریف رکھیں۔ نہیں، آپ نے note نہیں کیا، سیکرٹری صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: انہوں نے ٹوٹل 3 کروڑ 63 لاکھ روپے تقریباً خرچ ہوئے ہیں، یہ لکھا ہے۔ یہ بتایا جائے کہ پیٹرول اور ڈیزل کے مد میں کتنے اخراجات ہوئے ہیں اور مرمت کے کتنے پیسے خرچ ہوئے ہیں؟ الگ الگ بتایا جائے کیونکہ اس میں ایک ہی جگہ انہوں نے دیا ہے اس سوال کا جواب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! وہ آپ سے سوال پوچھ رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں، گاڑی کی repair میں کتنے پیسے خرچ ہوئے ہیں اور fuel میں کتنے ہوئے ہیں؟ جواب بڑا detail آیا ہوا ہے۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جواب آیا ہوا ہے لیکن انہوں نے الگ الگ نہیں بتایا، پیٹرول اور ڈیزل کے مد میں کتنا خرچ ہوا ہے اور maintenance کے اس میں کتنے خرچ ہوئے ہیں؟ انہوں نے یہ الگ الگ نہیں بتایا، انہوں نے اکٹھے اخراجات بتائے ہیں۔

جناب طارق فضل چوہدری: میں Session کے بعد ورکشاپ چلا جاتا ہوں۔ میں ان شاءاللہ exactly check کرلوں گا اور یقیناً میں ویڈیو بھی بنا کے لاؤں گا۔

Mr. Presiding Officer: Question Hour is over, remaining questions and their printed replies placed on the table of the House shall be taken as read. Leave applications.

Leave of Absence

Mr. Presiding Officer: Senator Mir Dostain Khan Domki has requested for the grant of leave for 23rd October, 2026 during the current Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Presiding Officer: Senator Zamir Hussain Ghumro has requested for the grant of leave for 23rd October 2026 during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Presiding Officer: Senator Pervaiz Rashid has requested for the grant of leave for 26th and 27th October 2026 during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Presiding Officer: Senator Mohammad Ishaq Dar has requested for the grant of leave for 26th October 2026 during the current session due to official engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، سینیٹر صاحب public importance پر کھڑے ہیں۔ یہ کر لیں، اس کے بعد آرڈر نمبر 3 شروع کرتے ہیں۔ سینیٹر صاحب ہمارا leader ہے، آپ کو پتا ہے؟

Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding against closure of weekly Sunday Bazar in H-9, Islamabad

سینیٹر منظور احمد: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! اسلام آباد اتوار بازار H-9 کے حوالے سے ایک مسئلہ ہے۔ دو تین دن پہلے وہ احتجاج پر تھے، تو پھر مجھے وہاں پر جانا پڑا اور میں نے اتوار بازار کا visit کیا۔ میرے خیال سے وہاں پر پانچ، چھ سو کے قریب shops تھیں CDA نے اُسے بند کر دیا۔ یہ وہ بازار ہے جو پینتالیس سال سے چل رہا ہے، یہاں سے لوگ مستفید بھی ہو رہے ہیں اور ایک سستا بازار لگ جاتا ہے، پورا اسلام آباد وہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں لے لیتے ہیں۔ میرے خیال سے ایشیا کا سب سے بڑا اتوار بازار بقول ان کے یہی ہوگا۔ پانچ سو

گھرانے جس سے تعلق رکھتے ہوں اور جن کا روزگار ہو، آپ اس کو ایک ہی مرتبہ میں بند کر دیتے ہیں کہ آج کے بعد یہاں پر کوئی shop ہی نہیں کھلے گی۔ چیئرمین صاحب! اس کی وجہ ہر سال، ڈیڑھ سال کے بعد وہاں پر آگ لگ جاتی ہے۔ کبھی کہتے ہیں short circuit ہے، کبھی کہتے ہیں کیا ہے، وہاں پر ان کو business کرنے دیا ہی نہیں جا رہا، روزگار کرنے نہیں دیا جا رہا۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ کے shutters نہیں ہیں۔ پھر انھوں نے اپنی مدد آپ کے تحت shutters بھی لگا دیے۔ ان کو کہا کہ آپ لوگ solar لگائیں یا battery لگائیں پھر دوبارہ جب آگ لگ گئی کہ نہیں battery بھی نہیں ہو گی، battery کو بھی ہٹا لیں، یہ چیزیں بھی ہٹا لیں؛ پھر دوبارہ انہیں یہ کہا گیا کہ آپ ایک generator لگا لیں، پھر generator باہر لگا۔۔۔ (جاری۔۔۔T08)

T08-27Oct2026 Abdul Ghafoor/ED: Neelam 1:30 PM

سینیٹر منظور احمد: (جاری۔۔۔) یہ چیزیں بھی ہٹا لیں۔ پھر دوبارہ انھیں کہا گیا کہ آپ ایک generator لگا لیں پھر generator باہر لگا۔ چیئرمین صاحب! Generator لگنے کے بعد بھی اب وہ کہہ رہے ہیں کہ environment کا NOC چاہیے یہاں پر یہ ملک کے حالات ہیں۔ غریب، غریب سے بدتر ہوتا جا رہا ہے، اگر ہم اس سے یہ روزگار بھی چھین لیں گے تو چیئرمین صاحب یہ لوگ کہاں جائیں گے؟ کس کے پاس جائیں گے؟

جناب والا! جب میں وہاں پر گیا تقریباً بارہ خواتین جن کی عمریں پچھتّر پچھتّر سال تھیں۔ وہاں پر ان بیچاریوں کا بھی یہی business تھا۔ چھوٹی چھوٹی shops ہیں۔ اب اگر وہ بند کر دیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ ہم ان کا کاروبار بند کر دیں، ان کا نوالہ چھین لیں اور ان کو چوراہوں پر کھڑا کر کے ہم ان سے بھیک منگوائیں۔ پھر تو ہماری یہی سوچ ہے۔ اگر ہم اسی طرح چلتے رہے، ریاست کا کام، حکومت کا کام لوگوں کو آسانیاں دینا، فائدہ دینا، accommodate کرنا ہے۔ آپ کی دوائی کہاں ہے؟ آپ کی medicine آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ آپ کا fuel آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ آپ کی گیس آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ آپ کی بجلی آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور ہم پھر بھی کہتے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہے؟ اگر یہ ٹھیک ہے، تو پھر یہ جو پانچ سو گھرانے ہیں، یہ کدھر جائیں گے؟ یہی ڈکیتیاں، چوریاں کریں گے یا آپ اس کو واپس چوراہے پر کھڑا کر کے بھیک منگوائیں گے؟ سفید پوش لوگ ہیں خدا کے لیے! وہ کس کے پاس جائیں، کس کے در پر روئیں؟

اگر ہم اس ایوانوں میں بیٹھ کر بھی ان کی بات نہ کریں، اگر ہم ان کے لیے کچھ کر نہیں سکے، پینتالیس، پچاس، ساٹھ، ستر سال میں ہم نے تو کبھی بھی غریب کی بات نہیں کی ہے۔ اب جب سے میں یہاں پر آیا ہوں یہی سن رہے ہیں، صرف ایک دوسرے کے اوپر blame کا blame،

tickers کا game چل رہا ہے۔ جناب چیئرمین! خدارا وہ لوگ کس کے پاس جائیں؟ اب environment والے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہمیں NOC دے دو۔ اس کو پتا بھی ہے کہ ایک چھوٹا سا کھوکھے والا environment کے پاس جائے گا، کیا environment والا اس کو NOC دے گا؟ کبھی بھی نہیں دے گا۔ جناب! CDA چاہتا کیا ہے؟ CDA نے اس شہر کو برباد کیا ہے، جو سفید ہاتھی بنا ہوا ہے، اس کے اوپر کوئی بات بھی نہیں کر رہا، نہ اس کی طرف کوئی انگلی اٹھا رہا ہے، کیونکہ وہاں پر ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جس کو کوئی ہلا بھی نہیں سکتا ہے۔

جناب والا! یہ لوگ کہاں جائیں گے؟ یہ لوگ کس کے پاس جائیں گے؟ یہاں پر منسٹر صاحب، رانا ثناء اللہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، حکومت بیٹھی ہوئی ہے، ہم سے request کرتے ہیں کہ ان لوگوں پر خدارا رحم کریں۔ ان لوگوں کی جو مشکلات ہیں، اس میں آسانی کریں، اس میں کمی پیدا کریں۔ ہم نہیں چاہتے، باتیں تو بہت ہیں، دل بھی کرتا ہے کہ کرلوں لیکن میں اس طرف جانا نہیں چاہتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا point نوٹ کر لیا ہے۔ منسٹر صاحب یہ point پہلے بھی discuss ہوا ہے۔

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! دیکھیں، مطلب اگر میں اس کے ساتھ تھوڑی چیزوں کو جوڑنا شروع کر دوں۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: دلاور صاحب! آپ توجہ کریں۔

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! اس میں اگر تھوڑی چیزوں کو جوڑنا شروع کر دوں، اب اگر میں بلوچستان کی بات رکھ لوں، منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب سردیاں ہیں، اب گیس ماشاء اللہ غائب ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، سینیٹر صاحب۔

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! میں ابھی خود کوئٹہ میں تھا۔ مطلب چوبیس گھنٹے میں صرف پانچ گھنٹے گیس کوئٹہ city میں آتی ہے، باقی آپ interior چھوڑ دیں۔ بجلی کا بھی یہی حال تھا۔ اب سردی، گیس بھی غائب، بجلی بھی غائب یعنی وہاں پر لوگ کیا کریں گے؟ لوگ کس کے پاس جائیں گے؟ میں اگر سرا گھُرغائی کی بات کروں، آپ بھی بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو سرا گھُرغائی، ہنہ اوڑک کا پتا ہے، اس طرح 28, 29 اضلاع ہیں وہاں پر ابھی تک گیس نہیں ہے، بلکہ شاہ عالم کلی عمر کے لیے 1991 سے دو انچ pipe کا pipe بچھا ہوا ہے، پہلے وہاں پر پچاس گھرانے تھے۔ آج وہاں پر چھ سو، آٹھ سو ہزار گھر بن چکے ہیں اگر دو انچ کا pipe ہو تو ان کے پاس گیس جائے گی۔ نہ کبھی گیس والوں نے توجہ دی، نہ کبھی بجلی والوں نے توجہ دی ہے۔ ہم نے ان لوگوں کو ناپرسانِ حال چھوڑا ہوا ہے۔ چیئرمین صاحب ہم نے بالکل غریبوں کے ساتھ وہ سلوک کیا ہوا ہے کہ میں بتا نہیں سکتا ہوں۔ خدارا ان عوام پر رحم کریں۔ چیئرمین صاحب بہت سی چیزیں ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا point لے لیا ہے۔ منسٹر صاحب! اس سے پہلے کہ آپ جواب دیں، میں بھی ایک point add یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان سے لوگ آئے تھے وزیر اعظم صاحب نے Federal Minister for Petroleum کو یہ کہا تھا کہ آپ بلوچستان جا کر گیس کے billing کا issue حل کریں کیونکہ incremental گیس کا slab system ہے، اس سے ان کو یہ ہوتا ہے کہ سردیوں میں اگر وہ دو سو units سے زیادہ کرتے ہیں، تین ہزار سے bill ایک دم بارہ ہزار یا دس ہزار پر چلا جاتا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے order کیا تھا کہ آپ جائیں اور اس مسئلے کو حل کر کے آئیں کیونکہ پورے ملک کے گیس کا circular debt کا 1% بھی issue نہیں ہے۔ میری آپ سے درخواست ہو گی کہ Petroleum Minister کے ساتھ take up کر کے اس مسئلے کو بھی حل کرائیں۔ جی سینیٹر صاحب۔

Senator Jan Muhammad

سینیٹر جان محمد: جناب چیئرمین! میں نے سوال ڈالا تھا انہی دکانوں کے لیے جو بیچارے لوگ ہیں۔ یہ سات، آٹھ بار پوری market جل چکی ہیں۔ انھوں نے باقاعدہ inquiries اور تفصیل بھی جمع کی ہیں، تعجب کی بات ہے آٹھ نو سال میں یہ آٹھ، نو بار جلا ہے لیکن ایک بار بھی لوگوں کی compensation نہیں ہوئی ہے یعنی آپ لوگوں کو یوں سمجھیں! کہ یہ کیسے کام کریں گے کہ ہر سال ایک بار جل جاتی ہے۔ ہر سال ایک بار باقاعدہ جلایا جاتا ہے، inquiry ہوتی ہے اور لوگوں کو کچھ بھی نہیں ملتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، منسٹر صاحب۔

Dr. Tariq Fazal Chaudhary, Minister for Parliamentary Affairs

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری: شکریہ، جناب چیئرمین! میں دونوں معزز سینیٹرز صاحبان کا، جان بلیدی صاحب اور منظور کاکڑ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انھوں نے ایوان میں بڑا ایک اہم issue اٹھایا ہے چونکہ میں یہاں سے local ہوں، پہلی مرتبہ 2008 میں منتخب ہوا تھا۔ یہ ہمارے local حلقے بھی ہیں، local ہمارے لوگ بھی ہیں، voters بھی ہیں اور ہمارے پاس بھی issue لے کر آئے تھے۔ یہ بڑا ہی ایک relevant بات ہے۔ جن خاندانوں کا ذکر کیا ہے وہ بے روزگار ہوئے ہیں، بالکل ان کی تعداد شاید اس سے زیادہ ہو، اس سے کم نہیں ہے۔ جنابِ چیئرمین! ان بازاروں کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ 84- 1983 میں سب سے پہلی مرتبہ آبپارہ میں جمعہ بازار کے نام سے بازار شروع ہوئے۔ اس کا مقصد تھا کہ براہِ راست اسلام آباد کے grower اپنا سامان لے کر آسکیں چاہے poultry, vegetables یا باقی سامان بازار میں

خریدار براہِ راست ان سے سستے rates پر لے سکیں، بیچ میں ایک commission مافیا ہوتا ہے، جسے ہم آڑھت کہتے ہیں، وہ بیچ میں سے ختم ہو۔

جناب والا! یہ وہ concept تھا جس کے تحت بازار قائم کیے گئے کیونکہ میں خود بھی زمیندار background سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے اچھے طریقے سے پتا ہے کہ اگر ایک فصل کا، کسی ایک سبزی کا grower ہے، کاشتکار ہے، اگر اسے دس روپے کلو، بیس روپے کلو کر لیں اس سبزی کا مل رہا ہے، بازار پہنچتے پہنچتے سبزی ڈیڑھ سو روپے سے دو سو روپے کلو ہوتی ہے۔ یہ بیچ والا سارا منافع آڑھتی middlemen کماتے ہیں۔ اس middleman کو ختم کرنے کے لیے بازار قائم کیے گئے تھے۔ اس کے بعد جمعہ بازار پہلے جمعہ کو لگتا تھا، پھر تین دن شروع ہوا، پھر G-9 اور H-9 میں بہت بڑا بازار ہے۔ اس سے صارفین کو بھی فائدہ ہے، اسلام آباد کے residents اور جو families اس میں اپنا سامان لے کر آتے ہیں وہ بھی باعزت طریقے سے اپنے بچوں کے لیے روزگار پیدا کرتے ہیں۔ میں آپ کو ensure کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو ICT اور CDA کے ساتھ اٹھاؤں گا، already under discussion ہے۔ اس میں کون کون سے ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے اس کو بند کیا گیا ہے۔ میں ضرور ایوان کو کہوں گا کہ permanently ایسا نہیں ہے، عارضی طور پر اس کو معطل کیا گیا ہے، ان شاء اللہ جلد از جلد اس کی بحالی کو ہم اُسے یقینی بنائیں گے۔

جنابِ چیئرمین! آپ کی اجازت سے آج ایک بہت ہی اہم بات ایوان میں کرنا چاہوں گا، اس کے بعد یقیناً بہت سارے معزز سینیٹرز صاحبان بھی ہوں گے جو اس issue پر بات کریں گے۔ جنابِ چیئرمین! آج 27 اکتوبر پورے پاکستان میں black day کے حوالے سے منایا جارہا ہے۔ آج صبح دس بجے پورے ملک میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ 27 اکتوبر 1947 کو انڈیا نے مقبوضہ کشمیر میں اپنی افواج اتاریں اور زبردستی قبضہ کیا۔ وہاں پر اپنی افواج اتار کر 27 اکتوبر 1947 کو اپنا rule اور زبردستی کا قبضہ مسلط کیا گیا۔ ہم اسے ہمیشہ black day کے طور پر مناتے ہیں۔ آج بھی پورے پاکستان میں مقبوضہ کشمیر کے نہتے اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یک جہتی کے لیے ریلیاں نکالی جارہی ہیں۔ پورے پاکستان کے ہر شہر، ہر گلی، ہر کوچے میں پاکستان کے عوام، عورتیں، بچے، مرد وہ سارے اظہارِ یک جہتی کے لیے black day کو منا رہے ہیں، بازو پر سیاہ پٹیاں باندی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ میں پاکستان کو یہ بھی کہوں گا، زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کے حوالے سے پوری عالمی برادری کے سامنے بالکل اس cause کو لے کر کھڑا ہے کہ 1947 سے لے کر آج تک ہم نے ہر forum پر مقبوضہ

کشمیر کے نہتے م مسلمانوں کی آواز کو پہنچایا ہے اور پہنچاتے رہیں گے۔ وہاں پر انڈیا اور انڈین آرمی فسطایت کر رہی ہے اور human rights کی مقبوضہ کشمیر violation ہو رہی ہے۔ ہم نے اس کو پورے international level پر highlight کیا ہے۔ (جاری۔۔۔T09)

T9-27Oct2026 Naeem Bhatti/ED: Shakeel 01:40.P.M.

ڈاکٹر طارق فضل چوہدری (وزیر برائے پارلیمانی امور) : (جاری۔۔۔) ہم نے ہر forum پر مقبوضہ کشمیر کے نہتے مسلمانوں کی آواز کو پہنچایا ہے اور پہنچاتے رہیں گے۔ انڈیا اور انڈین فوج جو فسطائیت وہاں کر رہی ہے، مقبوضہ کشمیر میں human rights کی جو violation ہو رہی ہے، ہم نے international forums پر وہ highlight کی ہے۔ یہ مسئلہ کوئی regional مسئلہ نہیں ہے، انڈیا international media پر یہ propagate کرتا ہے کہ یہ regional issue ہے، یہ ایک international issue ہے جس کی وجہ سے پاکستان نے جنگیں لڑی ہیں۔ کشمیر کی آزادی تک اور UN کی قراردادوں کے تحت جو plebiscite ہونا ہے، اس وقت تک جب تک مقبوضہ کشمیر کو آزادی حاصل نہیں ہو جاتی، ہم اس cause کے لیے لڑیں گے اور ہم ان نہتے اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ وزیر برائے توانائی ایوان میں موجود ہیں اور وہ درخواست کر رہے ہیں کہ انہوں نے ایک meeting میں جانا ہے۔ عابد شیر علی صاحب نے ایک calling attention notice دیا ہوا ہے، ان کا calling attention notice لے لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد motions لے لیتے ہیں۔

There is a calling attention notice at Order No. 30, in the name of Senator Abid Sher Ali, please raise the matter.

Calling attention notice moved by Senator Abid Sher Ali regarding the slab-based incremental electricity tariff and billing practices of DISCOs

Senator Abid Sher Ali: Thank you, Mr. Chairman. I draw attention of the Minister for Energy (Power Division), towards the slab-based incremental electricity tariff and billing practices of DISCOs, which impose an excessive financial burden on consumers.

جناب چیئرمین! آج وزیر صاحب بھی تشریف لائے ہیں، بہت اچھی بات ہے۔ اس کا تعلق پاکستان کے کروڑوں consumers کے ساتھ ہے، محنت کشوں سے ہے، مزدوروں سے ہے، غریب عوام اور ریڑھی بانوں سے ہے جو اپنے بچوں کا روزگار بڑی مشکل سے کماتے ہیں۔

جناب والا! جو protected tariff ہے، ایک سو یونٹ اور سو سے دو سو یونٹ تک جو slab بنایا گیا ہے، یہ بھی consumer پر تیرہ روپے کے حساب سے اس پر burden پڑتا ہے اور یہ بل لوگوں کی بساط سے باہر ہے۔ خدانخواستہ اگر اس میں consumer ایک بھی یونٹ add کرتا ہے، پنکھا چلا کر یا refrigerator چلا کر، ایک عام صارف جو کوئی industrialist نہیں ہے اور وہ یونٹ دو سو سے دو سو ایک پر چلے جاتے ہیں تو اس کا tariff تیس روپے تک چلا جاتا ہے۔ پھر اس کو چھ مہینوں کے لیے اسی system میں لایا جاتا ہے، بعد میں وہ consumer چاہے ایک سو اٹھانوے یونٹ استعمال کرے۔ مجھے بتائیں کہ کون سے ملک میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی consumer دو سو یونٹ بجلی کے استعمال کرتا ہے تو اس سے دو سو ایک یا دو سو دو یونٹ کا بل لے لیں، آپ اسے یکدم دو سو یونٹ کی list سے اٹھا کر چار سو یونٹ کے slab پر لے جاتے ہیں، اس کا tariff ہی change ہو جاتا ہے۔ جناب والا! مجھے بتایا جائے کہ ایک غریب شخص کہاں سے وہ پیسے دے گا، کیا معزز وزیر بتائیں گے کہ DISCOs میں جو چوری ہوتی ہے، آپ کا circular debt بڑھتا جا رہا ہے، آپ چوری والے DISCOs کا بھی بوجھ اٹھا کر غریب عوام پر tariff based پر لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں پیٹرول کی قیمت بڑھ گئی ہے، اس لیے ہمیں بجلی کی قیمتیں بڑھانی پڑ گئیں۔ خدا کا خوف کریں۔

جناب والا! میں as a consumer دو سو ایک یونٹ استعمال کرتا ہوں، میں کیسے چار سو یونٹ تک کا بل دے دوں، ایک غریب ریڑھی والا جو سو روپے کماتا ہے، وہ کہاں سے بیس ہزار روپے کا بل دے گا؟ وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بتائیں کہ DISCOs کی کیا performance ہے، آپ لوگوں کے یونٹ بڑھا دیتے ہیں اور غریبوں پر پرچے درج کروا دیتے ہیں کہ انہوں نے بجلی چوری کی، اس کا میٹر خراب ہے۔ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا، آپ اپنی performance کو بہتر کریں، آپ DISCOs کی چوری کو consumers پر نہ ڈالیں۔ میرا بہت سادہ سوال ہے کہ ایک سو یونٹ تک اور پھر دو سو یونٹ تک protected slabs ہیں، اس کے بعد دو سو سے اوپر یونٹ پر آپ کی موت واقع ہو جاتی ہے، وہ دو سو ایک یونٹ استعمال کر لیں تو ان کو چار سو یونٹ والے slab کا بل دینا پڑتا ہے، یہ کہاں ہوتا ہے، کس معاشرے میں ہوتا ہے؟ بجائے آپ اپنی performance کو بہتر کرنے کے، آپ DISCOs کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے، آپ ایک غریب آدمی کا چھ چھ مہینے خون چوستے ہیں اور اسے اُس tariff میں رکھتے ہیں۔ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ جب کسی نے غلطی سے ایک مرتبہ دو سو ایک یونٹ استعمال کر لیے تو پھر چھ مہینوں کے لیے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ آپ کو حسن کارکردگی کا تمغہ دیا گیا ہے، آپ محنت کرتے ہوں گے لیکن آپ غریب عوام کا سوچیں کہ ایک مزدور تنخواہ لے کر آتا ہے، جب اسے دو سو ایک یونٹ پر بیس ہزار کا بل نظر آتا ہے تو اس کی نیند چلی جاتی ہے۔ جناب والا! جو آدمی دو

سو ایک یونٹ استعمال کرتا ہے، اس کو اسی حساب سے tariff میں لایا جائے، اس کو اس طرح charge کیا جائے نہ کہ آپ اسے اگلے چھ مہینوں کی سزا دیں۔ میری وزیر صاحب سے درخواست ہے کہ آپ اسے revise کریں، آپ کا circular debt بھی بڑھتا جا رہا ہے، آپ کی آٹھ، نو distribution companies ہیں۔ ہم بھی اس وزارت میں رہے ہیں، ہم نے بھی کام کیا ہے، آپ ہمارے colleague ہیں لیکن اس کا غریب عوام پر بوجھ نہ ڈالیں، آپ ایک غریب آدمی کو چھ مہینوں کے slab میں ڈال دیتے ہیں۔ آپ کے DISCOs کے workers ہیں جو linemen ہیں، جو billing کرتے ہیں، ان کی negligence کی وجہ سے غریب consumer بندوق کی نوک پر آ جاتا ہے۔ مہربانی کر کے عوام پر یہ ظلم بند کیا جائے، آپ کی جو tariff based policy ہے اسے revise کیا جائے اور جو consumer بجلی کے جتنے یونٹ استعمال کرتا ہے، اس پر اتنی ہی billing ہونی چاہیے۔

جناب والا! آپ industrialists کو دیکھ لیں، وہ بھی رو رہے ہیں، ان کو billing کی جاتی ہے کہ آپ کا tariff اگلے چھ مہینوں کے لیے revise ہو گیا ہے۔ وزیر صاحب سے میری گزارش ہے کہ ہماری معاشی policy ہے اور حکومت کی کوشش ہے کہ غریب آدمی کو relief دیا جائے۔ یہ DISCOs کی نااہلی ہے اور اس نااہلی کی وجہ سے ساری بدنامی حکومت کی ہو رہی ہے، غریب عوام اس over billing کی وجہ سے پس رہے ہیں۔ مہربانی کر کے اس کو revise کیا جائے اور جو consumer ایک مرتبہ جو یونٹ استعمال کر لیتا ہے، اس کو اگلے چھ مہینوں کے لیے unprotected billing میں نہ ڈالا جائے۔ یہ پورے پاکستان اور غریب عوام کا مطالبہ ہے کہ آپ اسے revise کریں، غریب عوام بل نہیں دے سکتے۔ ایک آدمی صرف ایک پنکھا اور فریج استعمال کرتا ہے تو automatically دو سو چار یا دو سو چھ یونٹ آ جاتے ہیں جبکہ آپ اسے چار سو یونٹ والے slab میں لے جاتے ہیں، اس کا بل double ہو جاتا ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اپنی بات جاری رکھیں، آپ بڑی اچھی اور important بات کر رہے ہیں، آپ نے غریب عوام کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ اس کا جواب وزیر صاحب دیں گے۔

سینیٹر عابد شیر علی: میری وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اس کا جواب دیں اور عوام پر یہ ظلم بند کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی وزیر، برائے توانائی۔

Sardar Awais Ahmad Khan Leghari, Minister for Power

سردار اویس احمد خان لغاری (وزیر برائے توانائی): شکریہ، جناب چیئرمین! آپ نے اس item کو out of order لیا، ہماری Deputy Prime Minister Sahib کے ساتھ meeting تھی، آپ نے اسے consider کیا۔ میں اپنے سینیٹر صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ایک بہت اہم عوامی مسئلے کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ میں دو، تین چیزوں کو record کے لیے correct کروں گا کیونکہ ہم ruling party کے members ہیں، ان کی اس floor of the House پر کہی گئی ہر بات کل headline بنے گی۔

(جاری۔۔۔۔T/10)

T10-27Oct2026 Tariq/Ed: Shakeel. 01:50 pm.

سردار اویس احمد لغاری۔۔۔۔(جاری)۔۔۔انہوں نے ایک بہت اہم عوامی مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن میں دو سے تین چیزوں کو record کے لیے correct کروں گا کیونکہ ہم ruling party کے اراکین ہیں اور ان کی کہی گئی ہر بات اس floor of the House پر ہے جو کل headlines بنیں گی اور headlines بنانے والوں کے سامنے میں صرف facts رکھ دیتا ہوں تاکہ headlines بنانے سے پہلے میری گزارشات کو ضرور consider کرلیں اور صحیح facts سامنے رکھیں۔

معزز سینیٹر صاحب نے slab کے علاوہ دو باتیں کیں۔ انہوں نے ایک کہا کہ circular debt بڑھ رہا ہے۔ ان کی یہ بات factually incorrect ہے، ہمارے power sector کا 2400 circular debt ارب روپے سے کم ہو کر 1670 ارب روپے تک ہو چکا ہے اور پچھلے اڑھائی سال میں کم ہوا ہے۔ دوسرا ہم نے جو circular debt کی 1.2 trillion rupees کی financing کی ہے، ماضی میں ہم بل میں ایک آئٹم Debt Services Surcharge (DSS) کے نام سے جو کہ تین روپے تئیس پیسے فی یونٹ کے حساب سے ہوا کرتا تھا وہ pay کرتے تھے، وہ ہمیشہ pay ہوتا جانا تھا اور اس circular debt کا کوئی اختتام بھی نہیں ہونا تھا، اب ایک scheme کے تحت ہم نے پوری financing کو re-profile کیا ہے اور اگلے چار سالوں کے اندر نہ صرف یہ تین روپے تئیس پیسے فی یونٹ کا Debt Service Surcharge ختم ہو جائے گا بلکہ باقی بچنے والا سولہ سو کچھ ارب روپے کا circular debt یہ بھی مکمل طور پر pay of ہو جائے گا۔ یہ حکومت کے بہت بڑے reforms ہیں اور یہ کوئی آئندہ کی بات نہیں ہے، یہ وہ چیز ہے جو ہو چکی ہے۔ Circular debt کم ہو چکا ہے اور ہر سال کے اندر اس کا اضافہ نہیں ہو رہا۔

معزز سینیٹر نے دوسری یہ بات کی کہ یہ DISCOs کی نااہلی ہے اور ان کے نقصانات بڑھ رہے ہیں۔ DISCOs نااہلی ختم ہو چکی ہے یہ میں آج نہیں کہہ سکتا ہوں لیکن ان کی نااہلی کو اگر روپوں میں count کیا جائے تو ہر سال آپ کے بجٹ پر، بجلی کی قیمت کے اوپر نہیں، یہ بھی لوگوں کا ایک غلط impression ہے اور سینیٹر صاحب تو خود اس Power Division کے Minister of State بھی رہ چکے ہوئے ہیں ان کو یہ علم ہونا چاہیے کہ DISCOs کے جو نقصانات ہیں یعنی چوری اور بلوں کو recover نہ کرنا، یہ وہ نقصان ہوتا ہے جو DISCOs کرتے ہیں۔ 2024 کے اندر جب وزیراعظم شہباز شریف کی حکومت آئی تھی اس وقت نقصانات 591 ارب روپے سالانہ ہوتے تھے، ان نقصانات کو کم کرکے اس سال کا نقصان اب 325 ارب روپے expected ہے جو کہ پچھلے سال 360 ارب تھا۔ ہم نے DISCOs کی نااہلی کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا لیکن پاکستان کا record ہے کہ پاکستان کی history میں نقصانات میں اتنی بڑی کمی کبھی بھی نہیں آئی جو پچھلے دو سے اڑھائی سال کے اندر آئی ہے۔ 591 ارب روپے سے 325 ارب روپے تک نقصانات کم ہوئے ہیں۔ ان نقصانات کا بوجھ صارفین کی بجلی کی قیمت کے اندر نہیں ہوتا ہے۔ جب ہم نے 591 ارب روپے سے 325 ارب روپے تک نقصانات میں کمی کی تو اس کا فائدہ ہم consumer کو نہیں پہنچا سکے، consumer کی اڑھائی سو ارب روپے سالانہ سے بجلی کم ہونی تھی لیکن وزارت خزانہ جو نقصانات کو پورا کرنے کے لیے پیسے دیتی ہے جو کہ tax payer کا پیسا ہوتا ہے اور جو بجٹ میں رکھا جاتا ہے تو ہم نے دو سو کچھ ارب روپے کے قریب بجٹ کے اوپر اپنا بوجھ کم کیا۔

میں آپ سے ایک اور بات بھی عرض کروں کہ 2024 میں جب وزیراعظم صاحب کی یہ حکومت قائم ہوئی اس وقت ہمارا Power Division وزارت خزانہ سے budget support کی مد میں سال کے 1180 ارب روپے لیا کرتا تھا، اس سال وہ کم ہو کر 750 ارب روپے پر آ کر کھڑا ہو گا۔ الحمدللہ میری تو کوئی کارکردگی نہیں تھی جس پر مجھے میڈل دیا گیا لیکن وزارت کی کارکردگی کی بنیاد پر اگر مجھے ان کے representative کے طور پر میڈل دیا گیا اور یہ اعزاز دیا گیا تو الحمدللہ اس کی یہ وجوہات تھیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیں۔

سینیٹر صاحب نے دوسری جو بات کی کہ جب بل 200 یونٹس سے 201 یونٹس پر جاتا ہے تو بجلی کی قیمت 13 روپے فی یونٹ سے بڑھ کر 33 روپے فی یونٹ پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر آپ 200 یونٹس کی حد نہیں رکھیں گے اور 250 یا 175 یونٹس کی حد رکھ لیں گے تو کسی نہ کسی حد پر تو ایک یونٹ کا rate change ہونا ہو گا۔ جس طرح سے انہوں نے آج ہماری رہنمائی فرمائی ہے، ہم لوگ ایک بہت بڑے پروگرام پر کام کر رہے ہیں تاکہ ایک یونٹ بڑھنے سے چھ ماہ کے لیے اس سسٹم میں سے نکل جانا یہ معاملہ مستقبل میں ختم ہو۔ میں آپ سے یہ بھی عرض کروں کہ 200 یونٹس سے کم بجلی حاصل کرنے والا حقیقت میں 35 روپے فی یونٹ کی بجائے 13 روپے فی یونٹ کے حساب سے pay کر رہا ہوتا ہے تو

حکومت اسے discount 60-65% پر بجلی دے رہی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی تعداد پچھلے دو سالوں میں ایک کروڑ سے بڑھ کر سوا دو کروڑ پر جا پہنچی ہے اور یہ صرف وہ لوگ نہیں ہیں جن کا اضافہ ہوا ہے جو کہ واقعی میں غریب ہیں، یہ 700 سے 800 یونٹس ماہانہ استعمال کرنے والا صارف بھی اپنے سولر پینلز وغیرہ لگا کر اپنے آپ کو 200 یونٹس سے کم کر لیتا ہے، حالانکہ وہ غریب نہیں ہوتا پھر بھی غریب جو actually discount deserve کرتا ہے وہ ایک higher income والا بندہ بھی سسٹم کو play کر کے اس کا فائدہ اٹھا رہا ہے تو جیسا کہ آج انہوں نے بات کی میں انہیں reassure کرنا چاہتا ہوں کہ ہم ایک ایسے نظام پر کام کر رہے ہیں جہاں 200 یونٹس کی بنیاد پر discount نہیں ملنا چاہیے بلکہ جو لوگ غربت کی لکیر کے نیچے ہیں اور جو lower middle income level class کے ہیں ان کو اس قسم کے discount سے مستفید کریں اور اس کا صرف یونٹس سے تعلق نہ ہو۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم 200 یونٹس کی limit کو اس نظام کے ذریعے اور ہمیں holistic ہونا پڑے گا، ہم 200 یونٹس کی limit کو 250 یونٹس تک بھی لے کر جائیں ان شاءاللہ اور جس مہینے وہ اس limit کے اندر رہے گا اس مہینے اسے وہ discount ملتا رہے اور چھ چھ ماہ کے لیے وہ out نہ ہو جائے، اس پر بہت تفصیلی کام ہو رہا ہے، تقریباً ایک سے ڈیڑھ ماہ اور لگیں گے تاکہ ہم تمام numbers match کریں اور غریب لوگوں کی زندگی آسان کرنے میں کوئی کردار ادا کریں۔ اللہ کی مہربانی اور غریبوں کے توسط سے ہم ان ایوانوں تک پہنچتے ہیں اور ان کا interest watch کرنا ہمارے اولین فرائض میں سے ایک ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ منسٹر صاحب۔ Order No.10, سینیٹر کامل علی آغا صاحب پیش کریں۔ منظور صاحب اس کے بعد آپ کر دیں۔

Presentation of Report on [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026]

Senator Kamil Ali Agha: I, Senator Kamil Ali Agha, Chairman, Standing Committee on Science and Technology present report of the Committee on a Bill to regulate the manufacture, import, export and sale of general cosmetics [The Pakistan General Cosmetics Bill, 2026].

Mr. Presiding Officer: Report stands laid.

سینیٹر منظور صاحب آپ continue کریں۔

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! سیکٹر H-9 والا issue اٹھایا تھا اسے اگر آپ کمیٹی کو بھجوادیں کیونکہ میری منسٹر صاحب بھی بات ہو گئی تھی۔

Mr. Presiding Officer: OK. House refers this matter to the Committee. Thank you.

ابھی Order No.3 سے کیا شروع کریں لیکن بات یہ ہے کہ House میں کوئی نہیں ہے، بٹ صاحب کوئی نہیں ہے، آپ کی طرف سے ٹوٹل دو لوگ ہیں، آپ ابھی کیوں ان چیزوں کو اٹھائیں گے، آپ کی کوئی بھی چیز نہیں چلے گی۔ دیر تو ہو گئی ہے لیکن آپ ٹوٹل دو لوگ ہیں، آپ پھر اپنے اراکین لے کر آئیں۔ دو ارکین سے تو آپ کا ایوان نہیں چلے گا۔

Proceedings of the House stands adjourned to meet again on Thursday, the 29th October, 2026 at 03:00 p.m.

(The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 29th of October, 2026 at 03:00 p.m.*)*
